اقبال کی ''علم الاقتصاد''

اکبر حیدری کشمیری

اقبال کی ''علم الاقتصاد''

اکثر ماہرین اقبالیات کو اقبال کی اولین تصنیف ''علم الاقتصاد'' کی پہلی اشاعت کے سنہ طباعت کے بارے میں غلط فہمیاں لاحق ہو گئی ہیں۔ جناب ممتاز حسن نے اس کا طبع ثانی ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔ انھوں نے کتاب کے سرورق پر اپنی طرف سے سال اشاعت ۱۹۰۳ء لکھا۔ ان کی تقلید میں جگن ناتھ آزاد نے ''مرقع اقبال'' صفحہ ۹ اور ''توقیت اقبال'' صفحہ ۴ تا ۹ (مطبوعہ ''آج کل'' دہلی اقبال نمبر ۱۹۷۷ء) میں اس کا سال طباعت ۱۹۰۳ء لکھا۔ اسی طرح فقیر سید وحید الدین[1] اور ڈاکٹر محمد ریاض[2] وغیرہ نے بھی ''علم الاقتصاد'' کا سال اشاعت ۱۹۰۳ء تسلیم کیا ہے جو غلط ہے۔

''مخزن'' لاہور جلد ۷ نمبر ۱ (صفحہ ۱ تا ۸) بابت اپریل ۱۹۰۴ء میں شیخ عبدالقادر نے ''علم الاقتصاد'' کا ایک باب ''آبادی از اقبال'' کے عنوان سے شائع کیا۔ اس وقت کتاب زیر طبع تھی۔ شیخ صاحب مضمون کی تمہید میں لکھتے ہیں:۔

شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے نے حال میں ایک کتاب پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی کے ایما سے ''علم الاقتصاد'' پر لکھی ہے جس کا انگریزی نام ''پولیٹکل اکانومی'' ہے۔ اور جسے عموماً علم ''سیاست مدن'' کہتے ہیں۔ بلا مبالغہ اس فن میں ایسی جامع اور عام فہم کتاب اردو زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ ہندستان میں اس علم کا ابھی بہت کم چرچا ہے۔ حالانکہ اسے بغور پڑھنے کی ہندوستان کو نہایت ہی ضرورت ہے۔ جب یہ کتاب شائع ہو گی تو ہمیں کامل امید ہے کہ شیخ صاحب کی شہرت اور اس کی ذاتی خوبی مقبولیت کو اس کے استقبال کے لیے اڑا کر لائے گی اور علاوہ تمام قدر دانی کے خاص جماعتیں اسے خریدیں گی۔ ٹکسٹ بک کمیٹی نے اسے پسند کیا اور ایک سو جلدیں خریدنا منظور فرمایا ہے۔ ہم قابل مصنف کی اجازت سے اس کا ایک دلچسپ حصہ نقل کرتے ہیں۔ کتاب زیر طبع ہے۔

''زمانہ'' کانپور جلد ۳ نمبر ۱، ۲ بابت جولائی و اگست ۱۹۰۴ء (صفحہ ۱۳۳) میں ''علمی خبریں'' کے تحت ''علم الاقتصاد'' کے بارے میں ''پولیٹکل اکانمی'' کے عنوان سے درج ذیل مفید عبارت موجود ہے۔

''پولیٹکل اکانمی'' یا سیاست مدن پر اردو میں اب تک بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں اور جو لکھی گئی ہیں وہ ناکافی اور ابتدائی ہیں اور اکثر ترجمہ ہیں۔ مثلاً مسز فاسٹ کی ''پولیٹکل اکانمی'' مبتدیوں کے لیے یا جیون صاحب کی ''پرائمر پولیٹکل اکانمی''۔ یہ دونوں کتابیں مولانا ذکاء اللہ صاحب کی ترجمہ کی ہوئی ہیں۔ مگر ان کتابوں سے نہ تو اصطلاحات کے وضع کرنے میں مدد ملتی ہے اور نہ مضمون کے سمجھنے میں۔ اس واسطے ہم کو امید ہے کہ اس مضمون پر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے کی تازہ تصنیف ''علم الاقتصاد'' جو آج کل زیر طبع ہے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔ یہ کتاب اپنے طرز کی اردو میں بہت جامع کتاب ہوگی۔ کیونکہ موصوف نے اس کتاب کے لکھنے میں قریب تیس انگریزی کتابوں کے مطالعہ سے فائدہ اٹھایا ہے اور اپنے ذاتی فکر کے نتائج بھی درج کیے ہیں۔ اس میں اصول سب سے بڑی وضاحت سے بیان کیے ہیں اور اس بات کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا ہے کہ ہندستان کے اقتصادی حالات پر وہ اصول کہاں تک صادق آتے ہیں۔ بشرط فرصت شیخ صاحب کا ارادہ ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی لکھیں جس میں دو پیچیدہ بحثیں جو ابھی اس کتاب میں مصلحتاً نظر انداز کر دی گئی ہیں، وہ بھی بیان کی جائیں گی اور اقتصاد عملی کے ان مفید مسائل پر بحث کی جائے گی، جس کا تعلق ہندستان سے ہے۔ یہ حصہ زیادہ تر اصولی ہے مگر بطور خود مکمل ہے۔ اس کا حجم غالباً ۲۰۰ صفحات یا اس سے کچھ زائد ہوگا۔

''مخزن'' جلد ۸ نمبر ۳ (صفحہ ۴) بابت دسمبر ۱۹۰۴ء سے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ ''علم الاقتصاد'' اشاعت پذیر ہوئی ہے[۳] اور کتاب مصنف سے دستیاب ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ''مخزن'' کے اس صفحے میں ذرا سی جگہ رہ گئی تھی، اس لیے صرف یہ اطلاع دی گئی ہے کہ کتاب چھپ گئی ہے۔ میری رائے میں کتاب جنوری ۱۹۰۵ء سے پہلے منظر عام پر نہیں آ چکی تھی۔ میرے بیان کی تائید ایڈیٹر زمانہ کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے جو ''علمی خبریں اور نوٹس'' صفحہ ۶۲ بابت جنوری سال مذکور میں کتاب کے چھپنے کے بارے میں موجود ہے۔ بہر حال ہماری اطلاع کے مطابق ''علم الاقتصاد'' پر سب سے پہلے پروفیسر نقاد نے اپنے رسالے میں تفصیلی تبصرہ شائع کیا تھا۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن بغیر سال اشاعت کے میرے مطالعے میں رہا ہے اور یہ کتب خانہ شبلی نعمانی (ندوۃ) لکھنؤ میں ''شعبہ معاشیات'' کے تحت زیر نمبر ۶۱۷۰/۴/۶/۷ چھوٹی تقطیع ۱۶/۳۰x۲۰ (۲۱ سطر) میں ۲۱۶ صفحات میں محفوظ ہے۔ یہ مکمل نسخہ ہے۔ اس کا کاغذ بہت مضبوط اور طباعت اعلیٰ درجے کی ہے۔ غالباً یہ وہی نسخہ ہے جو اقبال نے علامہ شبلی کو بھیجا تھا۔ سرورق کے بعد کا صفحہ غائب ہے۔ ''پیش کش'' کے عنوان سے کتاب کا انتساب ڈبلیو بل اسکوائر ڈائریکٹر محکمۂ تعلیم پنجاب کے نام ہے۔

''علم الاقتصاد'' پیسہ اخبار سٹیم پریس لاہور میں چھپی تھی اور یہ مصنف اور مخزن ایجنسی لاہور سے عہ (ایک روپے) میں ملتی تھی۔ کتاب پر بقول اقبال مولانا شبلی نے اصلاح کی تھی اس کے باوجود اس میں

زبان کی متعدد خامیاں موجود ہیں۔ کتاب کی ابتدا میں اقبال کا لکھا ہوا چار صفحات کا دیباچہ شامل ہے۔

''علم الاقتصاد'' علامہ اقبال کی اولین تصنیف ہے۔ اس کی خوب پذیرائی ہوئی اور ملک کے مقتدر رسالوں میں اس پر تبصرے شائع ہونے لگے۔

(۱) غالباً سب سے پہلا تبصرہ مولانا ظفر علی خاں ایڈیٹر ''دکن ریویو'' کی کاوش فکر کا نتیجہ تھا۔ موصوف ''پروفیسر نقاد'' کے فرضی نام سے بھی لکھتے تھے۔ اس وقت میرے پیش نظر ''دکن ریویو'' نمبر۲ جلد سوم بابت فروری ۱۹۰۵ء (صفحہ ۳۰۔۳۲) کا شمارہ ہے۔ اس میں اقبال کی کتاب پر یوں ریویو درج ہوا ہے۔

''ریویو علم الاقتصاد''۔ مصنفہ پروفیسر محمد اقبال صاحب اقبال

اب تک جو لوگ پروفیسر محمد اقبال صاحب کو بحیثیت ایک نازک خیال شاعر کے جانتے ہیں، وہ اس اطلاع سے کہ وہ ناشر بھی ہیں، گو متعجب ہوں مگر اس کی تازہ تصنیف کے مطالعے سے کسی قدر مایوس ضرور ہوں گے۔ اور یہ مایوسی ان کی تصنیف کے نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ زیادہ تر اس کا الزام ان کی بلند پایہ شاعری پر ہے اور اگر ہم اس خیال کو اپنے دماغ سے نکال دیں تو ان کی یہ کوشش ہر طرح قابل تعریف اور ان کی یہ محنت ہر لحاظ سے داد کے لائق ہے۔ ہندستان کو جسے اس علم کی ضرورت ہے شاید ہی دنیا کے کسی دوسرے ملک کو ہو، کچھ تو اس لیے کہ ایک حصہ ملک کا پہلے ہی سے زراعت، تجارت اور مزدوری میں مصروف ہے اور کچھ اس لیے کہ موجودہ تمدن روز بروز ان ضرورتوں کو بڑھا رہا ہے اور بغیر اس کے ترقی ناممکن ہے۔ ایسے زمانے میں اس قسم کی کتابیں لکھنا درحقیقت ملک پر احسان کرنا ہے۔

اس کتاب میں اوّل انھوں نے ''علم الاقتصاد'' پر اس کے ہر طریقہ پر مختصراً بحث کی ہے۔ بعد ازاں حصول دولت کے وسائل یعنی زمین، محنت، سرمایہ اور تبادلہ دولت، تجارت، بین الاقوامی زرنقد کی ماہیت، لگان، سود، منافع، اجرت، مالگذاری، جدید ضروریات وغیرہ کار آمد مضامین کو لیا ہے۔

کتاب کے مفید ہونے میں شک نہیں۔ اور خود ان مضامین سے جن پر بحث کی گئی ہے اس کی خوبی ظاہر ہے لیکن اس کا طرز تحریر اور طریق بحث کچھ اس قسم کا ہے کہ پڑھنے والے کو الجھن ہوتی ہے اور مضامین سمجھ میں مشکل سے آتے ہیں۔ بعض الفاظ و اصطلاحات جو استعمال کیے گئے ہیں وہ علاوہ اجنبی اور غیر مانوس ہونے کے موزوں اور معنی خیز بھی نہیں ہیں، مثلاً پیدایش دولت اور پیداوار دولت اور ان میں جو فرق بتایا گیا ہے اس سے محض جدت اور مفت کی سردردی معلوم ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح محنت کی کارکردگی، دستکار بمعنی مزدور، تامین تجارت، آزاد اشیا (ان اشیا کے معنوں میں جو قدرت مہیا کرتی ہے) وغیرہ عبارت میں جابجا سقم اور دقتیں موجود ہیں۔ مثلاً

ایسی زمین کی نسبت یہ کہا جائے گا کہ وہ کنارا زراعت پر ہے

قطع نظر اس خوشی یا لذت کے جو اس سعی (حصول دولت) کے دوران میں حاصل ہو، قدرت مصالح یا ہیولیٰ مہیا کرتی ہے۔

کھاد کی طلب جہاں پہلے پانچ ہزار چھکڑا تھی (اب شاید چھ ہزار چھکڑا ہو جائے گی) اسی قسم کے اسقام جا بجا نظر آتے ہیں۔ ان جملوں میں ہم نے صرف اس پر خط کھینچ دیا ہے۔ ہمیں مولف سے ''اقتصادی ہندی'' کے مسئلے میں بھی اختلاف ہے۔ جبکہ یہ علم خود واقعات کی بنا پر قائم ہے اور واقعات ہی سے نتائج استنباط کیے جاتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر کسی ملک میں واقعات کی صورت بدلی ہو تو ان اصول میں تغیر پیدا نہ کیا جائے۔ خواہ وہ تغیر عارضی ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیں اس سے بھی اختلاف ہے کہ یہ غلطی علم اور فن میں تمیز نہ کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔ بلکہ اس کا خیال ملک کے حالات اور واقعات پر غور کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ مولف خود اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ تسلیم کرنے میں ہمیں عذر نہیں کہ اس کے کلیہ اصولوں میں جدید واقعات کے لحاظ سے ایسا تغیر آنا ممکن ہے جس سے ان کی وسعت زیادہ ہو جائے اور ان کو نئے نئے واقعات پر حاوی کر دے۔ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ: اس کے نتائج مختلف ممالک کے حالات پر منحصر ہیں۔ ان ہی امور نے بعض محبان وطن کو اقتصاد ہندی لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ جن صاحبوں کو اس سے دلچسپی ہو وہ فاضل رانا ڈے مرحوم کی تصانیف کا مطالعہ فرمائیں۔ (نقاد)

(۲) مشہور شاعر، ادیب، صحافی اور فن طب کے ماہر حکیم عبدالکریم تخلص برہم المعروف حکیم برہم علامہ اقبال کے اولین ناقدین میں سرفہرست تھے۔ وہ حسرت موہانی کے مشہور ماہوار رسالہ ''اردوئے معلیٰ''، علی گڑھ کے ابتدائی شماروں میں ''تنقید ہمدرد'' کے فرضی نام سے کلام اقبال پر تنقید کیا کرتے تھے۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں تنقید ہمدرد کا ایک سخت مضمون ''اردو کے نادان دوست'' کے عنوان سے حسرت نے اپنے نوٹ (حاشیہ) کے ساتھ شائع کیا۔ مضمون میں اقبال کی زبان پر تابڑ توڑ اور نہایت رکیک حملے کیے گئے تھے۔ اقبال نے نہایت مدبرانہ، نہایت صبر و سکون اور مدلل انداز تحقیق میں مُسکت جواب دیا جو ''مخزن'' بابت اکتوبر ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا تھا۔ (تفصیلات کے لیے راقم حروف کی کتاب ''اقبال کی صحت زباں'' دیکھی جا سکتی ہے) برہم کا یہ سلسلہ دسمبر ۱۹۰۴ء تک جاری رہا۔ برہم حسرت اور دوسرے ناقدین اقبال نے جب اقبال کا مضمون پڑھا تو وہ اقبال کی تہذیب اور شائستگی زباں سے اتنا متاثر ہوئے کہ ان میں پھر دوبارہ موصوف کے خلاف لکھنے کی ہمت ہی نہ رہی۔

جب ۱۹۰۵ء کی جنوری میں اقبال کی ''علم الاقتصاد'' منظر عام پر آئی اور حکیم برہم کی نظر سے گزری تو انھوں نے اس پر بے لوث اور مخلصانہ تبصرہ کیا جسے اپنے زیر ادارت مشہور ادبی پرچہ ''ریاض الاخبار'' گورکھپور جلد ۳۰ نمبر ۱۸ مطبوعہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۵ء (صفحہ ۳) میں شائع کیا۔ ریاض الاخبار کے شمارے نادر الوجود ہیں۔ اس لیے ذیل میں برہم کا یہ تبصرہ درج کیا جاتا ہے:۔

الاقتصاد

یہ ایک کتاب کا نام ہے جو نہایت خوشخط اور اچھی حالت کے عمدہ کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔اس کے مصنف ہمارے دوست جناب پروفیسر محمد اقبال ایم اے ہیں۔اس کی قیمت ایک روپے ہے۔مگر اس کی خوبیوں اور اس کے معاوضۂ مناسب کے مقابلے میں یہ قیمت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔اس کتاب کو ہم نے دیکھا۔ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے ''پولیٹکل اکانمی'' کی بہت بڑی ضرورت ہمارے ملک کو ہے۔ یورپ نے اس میں بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ٹرکی کے عالموں نے بھی اس علم سے روشنی ڈالی۔مگر اردو کے سرمایہ میں بہت بڑی کمی تھی۔ جناب اقبال سے پہلے بھی دو تین کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں اور اپنی جگہ وہ بھی قابل قدر ہیں۔مگر پروفیسر اقبال کی کتاب ایک مستقل تصنیف ہے اور انھوں نے اس علم کے لیے اردو میں چند اصطلاحیں بھی پیدا کی ہیں۔ زبان اردو کے وہ شیدا ہیں۔ان کا خیال یہ رہتا ہے کہ اردو کو معراج کمال پر دیکھیں۔اس لیے ان کی تصنیف میں اگر اردو کی خدمت نہ کی جاتی تو بے شک افسوس ہوتا۔

ہم اس موقع پر مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کی رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کر سکتے جو اپنی تصنیف کو الاقتصاد کے مقابلے پر لانا چاہتے ہیں۔اور جن کو بہت غصہ آتا ہے اور بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں کہ اگر میری کتابیں اور یہ کتاب طالب علموں کے سامنے رکھ دی جائے اور ان پر کوئی جبر نہ ہو تو میں دیکھوں کہ کس کتاب کو طالب علم پسند کرتے ہیں اس فیصلے سے تو کوئی راضی نہیں ہوسکتا۔ نہ یہ مقابلہ کوئی مقابلہ ہے۔

طالب علم کی جگہ اگر مولانا نے کسی ماہر کا نام لیا ہوتا یا کسی صاحب ادراک کو پسند فرماتے تو وہ معقول تجویز لکھ سکتا تھا۔ بہر حال پروفیسر اقبال کی یہ تصنیف اس بات کی شاہد ہے کہ ہندستان میں اب بخوبی مذاق پیدا ہو گیا ہے کہ علمی ذخیرہ اردو میں جمع کیا جائے۔

اس وقت ہم اس کتاب کی تصنیف میں ہر چند یہ سطریں لکھتے ہیں۔ان شاء اللہ اس پر مفصل ریویو کسی دوسری اشاعت میں لکھیں گے۔

(۳)

''ریاض الاخبار'' کے بعد منشی دیا نرائن نگم ایڈیٹر ''زمانہ'' کانپور نے اقبال کی ''علم الاقتصاد'' کا تنقیدی جائزہ لیا اور انھوں نے زمانہ بابت مئی ۱۹۰۵ء (صفحہ ۲۹۹ تا ۳۰۳) میں ''تنقید'' کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع مضمون شامل کیا۔زمانہ کے ابتدائی پرچے بہت کمیاب ہیں۔ ذیل میں یہ تنقید درج کی جاتی ہے:۔

''تنقید علم الاقتصاد، مصنفہ شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے''

''ان علوم جدید میں جن کے ایجاد اور ترتیب کا فخر اہل فرنگ کو حاصل ہے علم سیاست مدن (Political Economy) کا پایہ عالی ہے۔ فرنگستان کی موجودہ سطوت بہت کچھ تجارتی اور حرفتی ترقی کا نتیجہ ہے۔ اور فرنگستان کی تجارت وحرفت پر مختلف زمانوں میں مختلف اصولِ سیاستِ مُدن کا بیّن اثر پڑا ہے۔ اب چونکہ ہندوستان نے بھی گوشہ تنہائی سے نکل کر کشاکشِ حیات کے میدان میں قدم رکھا ہے جہاں اس کو اپنی قومی زندگی کی حفاظت کے لیے ایسے اقوام سے مقابلہ کرنا ہے جو سیاست مُدن کے اصولوں کو بہت اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں اور تجارتی اور حرفتی اسلحہ سے پوری طرح آراستہ ہیں، اس لیے ہمارے اہل وطن کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ علم دولت کے اصولوں سے ماہر ہو کر اپنے کو ان کے مقابلے کے قابل بنائیں شیخ محمد اقبال صاحب نے اس ضرورت کا ذکر اپنے دیباچے میں کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

> بالخصوص اہل ہندستان کے لیے تو اس علم کا پڑھنا اور اس کے نتائج پر غور کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہاں مُفلسی کی عام شکایت ہو رہی ہے۔ ہمارا ملک کامل تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اپنی کمزوریوں اور نیز ان تمدنی اسباب سے بالکل ناواقف ہے۔ جن کا جاننا قومی فلاح اور اقتصادی حالات سے غافل رہی ہیں۔ ان کا حشر کیا ہوا ہے۔ ابھی حال میں مہاراجہ بروده نے اپنی ایک گراں بہا تقریر میں فرمایا تھا کہ اپنی موجودہ اقتصادی حالت کو سنوارنا ہماری تمام بیماریوں کا آخری نسخہ ہے اور اگر یہ نسخہ استعمال نہ کیا گیا تو ہماری بربادی یقینی ہے۔ پس اگر اہل ہندستان دفتر اقوام میں اپنا نام قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس اہم علم کے اصولوں سے آگاہی حاصل کر کے معلوم کریں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جو ملکی عروج کے مانع ہو رہے ہیں۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہے شیخ محمد اقبال صاحب کی کتاب اردو میں اپنے ڈھنگ کی پہلی کتاب ہے۔ علم و دولت کے متعلق ایک دو کتابیں تراجم کی حیثیت سے اس کے قبل شائع ہو چکی ہیں۔ مگر جس صراحت کے ساتھ علم سیاست مدن کے ہر پہلو پر شیخ محمد اقبال صاحب نے اس کتاب میں بحث کی ہے اور جس عمدگی کے ساتھ انہوں نے مضامین کو ترتیب دیا ہے وہ دوسرے نامکمل نسخوں میں نظر نہیں آتی۔ شیخ صاحب نے اصول سیاست مدن انگریزی کتب سے اخذ کر کے بیان کیے ہیں اور کہیں کہیں ہندستان کی مثال پیش نظر رکھ کر ان اصولوں کے طریق عمل کو سمجھایا ہے۔ زبان یوں صاف ہے مگر علمی اصطلاحات نئے ہونے کی وجہ سے کانوں کو بھلے نہیں معلوم ہوتے۔ تاہم ان دِقتوں کو مدنظر رکھ کر جن کا پیش آنا سیاست مدن ایسے نئے اور دقیق علم کے بیان میں ضروری ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیخ محمد اقبال صاحب ''اقتصادی اصولوں کے مفہوم کو واضح کرنے میں'' بہت کامیاب ہوئے ہیں۔ تحفظ تجارت

(Protection) کے معاملے میں شیخ اقبال صاحب رانا ڈے مرحوم اور مسٹر جی سلبر مینا آئر کے ہم زبان ہیں۔ ذیل میں اقتباس ملاحظہ ہو:۔

زمین کے اس خاصے کی بنا پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندستان چونکہ صنعتی ملک نہیں ہے اس لیے یہ غیر ممالک کے لیے ایک قسم کا ذخیرہ بن گیا ہے جہاں سے وہ اپنے صنعتی کارخانوں کے لیے مصالح حاصل کرتے ہیں اور پھر اس مصالح کو اپنی دستکاری کے عمل سے نئی نئی مصنوعات کی صورت میں تبدیل کر کے دیگر ممالک اور ہندستان میں بیچ کر بے انتہا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں چونکہ قانون تعطیل کے روکنے کے اسباب بہت قلیل ہیں لہٰذا جو اشیا ہندستان میں دیگر ممالک سے آتی ہیں ان پر قانوناً بہت سا محصول لگنا چاہیے۔ جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دیگر ممالک کے تاجر اپنے صنعتی اشیا اس ملک میں نہ بیچ سکیں گے اور اگر بیچیں گے تو ان کو کچھ فائدے کی توقع نہ ہوگی۔ کیونکہ زیادہ محصول کی وجہ سے ان اشیا کی قیمت گراں ہو جائے گی اور یہاں کے لوگ ان کو خریدنے سے باز رہیں گے۔ اس طرح ہم کو اپنی ضروریات کے پورا کرنے کے لیے خود اپنا محتاج ہونا پڑے گا اور ہماری صنعت کو ترقی ہوگی۔ اس طریق عمل کو حفاظت تجارت یا تامین تجارت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مگر آپ نے اس اصول کے طریق عمل کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ برٹش گورنمنٹ انگریزی تاجروں کے ڈر سے ہندستانی صنعت وحرفت کی محافظت سے گریز کرتی ہے۔ مسٹر وت نے اپنی تاریخ میں ان مظالم کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو گذشتہ صدی میں ہندستانی حرفت پر اہل انگلستان کے ہاتھوں سے ہوئے ہیں اور جنھوں نے کلوں کی قوت اور ہمارے اہل ملک کی پست ہمتی سے مدد پا کر ہندستان کی تجارت اور حرفت کا ستیا ناس کر دیا۔ ایسی حالت میں کیا ہندستانیوں کا فرض نہیں ہے کہ جہاں تک ان سے ممکن ہو اپنی حرفت کی محافظت آپ کریں؟

ایکسچینج (Exchange) کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے بھی آپ نے بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس اہم مسئلے کا ایک پہلو بالکل فروگذاشت ہو گیا ہے۔ شیخ صاحب کا کہنا ہے کہ:۔

چونکہ انگلستان کے مصارف ہم کو پونڈوں میں ادا کرنے پڑتے ہیں اس واسطے چاندی کی قدر میں تنزل آ جانے کی وجہ سے ہمیں اور بھی نقصان ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب اجرائے سکّہ طلائی کے باعث اس مشکل کا اندیشہ نہیں رہا۔

صحیح ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ پونڈ کی مصنوعی قیمت مقرر کر کے سرکار دولت مدار نے ہندستانی اشیا کی قیمت زبردستی گھٹا دی ہے۔ فرض کرو کہ ایک من گیہوں کی قیمت انگلستان میں ایک پونڈ ہے۔ اگر سرکار نے قانوناً پونڈ کی قیمت محدود نہ کر دی ہوتی اور ہندستانی کاشتکار کو ایک من گیہوں کے عوض میں بجائے پندرہ کے سترہ یا اٹھارہ روپے ملتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ Exchange کے

استقلال سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔مگر جب اس قانون کا ذکر کیا تھا تو اس کے نقصان وفوائد دونوں پر نظر ڈالنی تھی۔ہم کو یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ شیخ محمد اقبال صاحب کو اس رائے سے اختلاف ہے کہ:۔

رقم کی مال گذاری کا دوامی طور پر مقرر کر دیا جانا لوگوں میں قحط کا مقابلہ کر سکنے کی قابلیت پیدا کر دے گا۔

شیخ صاحب کو اس سے تو اقرار ہے کہ حق ملکیت ایک اکسیر ہے جو تانبے کو سونا بنا دیتا ہے۔ پھر اس بات کے سمجھنے میں کیا قباحت ہے کہ جب زمیندار کے دل سے یہ وسوسہ دور ہو جائے گا اور اس کو یقین ہو جائے گا تو وہ زمین کی پیداوار کے بڑھانے اور اس کو زیادہ زرخیز بنانے میں مزید کوشش کرے گا۔ ہر دس یا بیس برس کے بعد اگر اضافہ مال گذاری نہ ہوا کرے تو زمیندار و کاشتکار کا وہ افلاس جس میں وہ مال گذاری کی سختی کی وجہ سے آئے دن گرفتار رہتے ہیں کچھ ضرور کم ہو جائے گا۔ ہندستان کا قحط غلے کا قحط نہیں ہوتا بلکہ روپیہ کا قحط ہوتا ہے۔عوام افلاس کی عالمگیر بلا میں ایسے مبتلا ہیں کہ ان کے پاس اتنا اندوختہ بھی نہیں کہ وہ ایک سال کی گرانی اس کی مدد سے جھیل سکیں۔ افلاس کے وجوہات پر بحث کرنے کا یہ محل نہیں ہے۔ ہم کو صرف اس قدر دکھلانا منظور ہے کہ ہندستان میں غیر قوم کی حکومت ہونے کی وجہ سے اقتصادی اصول اپنا اثر آزادی کے ساتھ نہیں پیدا کر سکتے۔تعلیمی مسائل پر ہمارے ملک میں پولیٹکل رنگ چڑھ جاتا ہے اور اقتصادی ترقی کے راستے میں بیسیوں پولیٹکل رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔اسی وجہ سے تو ہندستان کو برٹش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں رہ کر پولیٹکل آزادی کی سخت ضرورت ہے۔

(۴)

''مخزن'' لاہور

''علم الاقتصاد'' پر ''مخزن'' نے درج ذیل شماروں میں تبصرے اور اشتہارات شائع کیے ہیں:۔

(۱) ''مخزن'' جلد ۹ نمبر ۴ (صفحہ ۱۰) بابت جولائی ۱۹۰۵ء

(۲) ''مخزن'' جلد ۱۲ نمبر ۳ (صفحہ ۷) بابت دسمبر ۱۹۰۶ء

(۳) ''مخزن'' جلد ۱۵ نمبر ۲ (صفحہ ۳) بابت مئی ۱۹۰۸ء

متذکرہ بالا شماروں میں سے نمبر ۲ یعنی دسمبر ۱۹۰۶ء کا تبصرہ درج کیا جاتا ہے:۔

''علم الاقتصاد'' (یعنی سیاست مدن)

مصنفہ شیخ محمد اقبال ایم ۔اے اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

''یہ قابل قدر کتاب شیخ صاحب نے جس عرق ریزی سے لکھی ہے اور جس محنت سے انھوں نے علم الاقتصاد کے دقیق اصول کو واضح کیا ہے، اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو علمی کتابوں

کے پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ توضیح اصول کے ساتھ مصنف نے ہندستان کے موجودہ تمدنی، اخلاقی، اور اقتصادی حالات کی طرف لطیف اشارات کیے ہیں جن سے پڑھنے والے کی نظر وسیع ہوتی ہے اور اس کو مسائل اقتصاد آزادانہ طور پر غور وفکر کرنے کی تحریک ہوتی ہے۔ زرنقد کی ماہیت پر جو کچھ لکھا ہے ایک خاص منطقیانہ دلچسپی رکھتا ہے۔ جس سے ایک عقلی مسرت حاصل ہونے کے علاوہ بعض اہم مسائل پر عجیب قسم کی روشنی پڑتی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اردو لٹریچر کا یہ قابل قدر اضافہ وقت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اور اس کے مسائل پر کما حقہ غور کیا جائے گا۔ کیونکہ ہندستان کی آیندہ قسمت کا دارومدار زیادہ تر اس ملک کے موجودہ اقتصادی حالات پر منحصر ہے۔ اب وقت اس بات کا مقتضی ہے کہ پبلک کم وزنی لٹریچر سے دست بردار ہو کر ان کتابوں کی طرف توجہ کرے جن کا موضوع انسان کی عملی زندگی اور اس کے تمدنی حالات پر غور کرنا ہے۔ اس کتاب کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔''

کتاب چھپنے کے بعد جب اقبال ستمبر ۱۹۰۵ء میں یورپ گئے تو وہاں بھی انھوں نے اقتصادی پہلوؤں پر تقریریں کیں۔ ان کے دوست شیخ عبدالقادر ایڈیٹر ''مخزن'' پہلے سے وہاں موجود تھے۔ شیخ صاحب نے ایک مضمون بعنوان ''ایک شام مسٹر سٹیڈ کے ہاں'' لکھا جو پہلے مخزن اور پھر انتخاب ''مخزن'' حصہ سوم ص ۲۸۲ میں شامل کیا گیا۔ ایک دن سٹیڈ صاحب نے شیخ صاحب کو مع احباب چائے کی دعوت پر بلایا۔ اقبال کیمبرج کے اعلیٰ طلبہ کے قائم مقام تھے۔ ان کے علاوہ مسٹر عبداللہ یوسف علی، مسٹر ریڈی، مسٹر دوبے، پروفیسر پرمانند، لاہور کی آریہ سماج کے رکن اور مسٹر عبداللطیف بمبئی کے تاجر بھی تھے۔ کچھ دیر میزبان اور مہمانان سے گفتگو کرنے کے بعد تقریریں شروع ہوئیں۔ شیخ محمد اقبال، پروفیسر پرمانند، پنڈت چرن جیت رائے، ڈاکٹر انصاری، مسٹر عبداللطیف، مسٹر نندلال دوبے اور مسٹر ریڈی نے برجستہ تقریریں کیں۔ شیخ محمد اقبال نے اپنی تقریر میں ہندستان کے اقتصادی پہلو اور ہندستان کی اقتصادی ترقی کی ضرورت بیان کی۔

''علم الاقتصاد'' کی شہرت دور دور تک شائع ہوتے ہی پھیل گئی تھی۔ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے خط میں اقبال نے عطیہ فیضی [۱۰] بیگم کو لکھا کہ اپنی کتاب ''علم الاقتصاد'' بھی پیش کرتا، افسوس میرے پاس یہاں کوئی نسخہ نہیں ہے[۱۱]۔ البتہ ان کو کتاب کا مسودہ دیا تھا[۱۲]۔

حوالے اور حواشی

۱۔ ''روزگار فقیر''، جلد دوم، ۶۴، مرتبہ: فقیر سید وحید الدین، بار دوم ۱۹۶۵ء۔

۲۔ ''کتاب شناسی اقبال'' صفحہ ۱۷۲، مرتبہ ڈاکٹر محمد ریاض، مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ۱۹۸۶۔ جناب جاوید اقبال نے اپنی کتاب (''زندہ رود''، جلد اوّل ص ۱۵۱) میں ''علم الاقتصاد'' کی اشاعت کے بارے میں صحیح نشاندہی کی ہے کہ یہ اپریل ۱۹۰۴ء میں زیر طبع تھی۔

۳۔ ''مخزن'' کا یہ شمارہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں اقبال کی نظم: جگنو (ص ۴۶ ۔ ۴۷) ۱۹ شعر، صبح کا ستارہ (ص ۴۷ ۔ ۴۸) ۲۲ شعر۔ ایک غزل ص ۶۱ تا ۶۲) ۱۴ شعر میں ہے۔ اس کا مطلع ہے۔

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں

''مخزن'' کے بعد یہ غزل زمانہ کانپور بابت نومبر ۱۹۱۹ء اور ''صوفی'' منڈی بہاؤ الدین (پنجاب) بابت ستمبر ۱۹۱۹ء (ص ۷) میں بھی اتنے ہی شعر میں چھپی تھی۔

۴۔ آرنلڈ (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۳۰ء) کے بارے میں کچھ نئی معلومات درج کی جاتی ہیں۔

انھوں نے قیام لاہور سے پہلے ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں اسلام اور مسلمانوں کی جو شاندار خدمات انجام دیں ان کے لیے مسلمانوں کا بچہ بچہ ان کا ممنون احسان ہے۔''آرنلڈ مدرستہ العلوم کے طلبہ کو بورڈنگ ہاؤس سے نکال نکال کر شرکت نماز و جماعت کے لیے گھیرتے پھرا کرتے تھے۔ یعنی ان کو مسلمان بچوں کی نماز وغیرہ کی پابندی کا بڑا خیال رہتا تھا'' (اخبار ''وکیل'' امرتسر جلد ۹ نمبر ۳۷ ص ۶) مطبوعہ ۷ اگست ۱۹۰۳ء)

شمس العلما سید ممتاز علی ۱۸۶۰ء۔ ۱۹۳۵ء) تالیف و اشاعت ص ۱۱) بابت ۱۵ فروری ۱۹۰۴ء میں آرنلڈ کے لندن جانے کے سلسلے میں بعنوان ''آرنلڈ کے بارے میں'' لکھتے ہیں:۔

''ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور، پنجاب سے تشریف لے جاتے ہیں۔ صاحب ممدوح کا تقرر انڈیا آفس لائبریری سے متعلق کیا گیا ہے۔ صاحب ممدوح کو عربی زبان اور مسلمانوں کے ساتھ خصوصیت سے ہمدردی ہے۔ آپ کی انگریزی کتاب ''اشاعت مذہب اسلام'' نے انھیں اسلامی دنیا میں بہت ہر دلعزیز اور مقبول بنا دیا ہے۔ اور اس لیے مسلمانوں کو خصوصاً ان کی جدائی نہایت شاق ہے۔ لیکن ہمیں اس جدائی سے رنج نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنی فاضلانہ علمیت اور عربی دانی کی وجہ سے اہل اسلام کے لیے ایسی علمی خدمات انجام دے سکیں گے جو شاید اپنے موجودہ عہدے پر کسی طرح نہیں دے سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے اس علمی مذاق کے پورا کرنے کے لیے ایسا عہدہ منظور کیا ہے جو ہر چند عزت میں زیادہ بلند ہے مگر تنخواہ کے لحاظ سے ان کے لیے کسی طرح فائدہ مند نہیں ہے۔''

آرنلڈ کے جانے سے مولانا حالی بھی کافی متاثر تھے۔ انھوں نے ان کی جدائی پر ۵۴ شعر کی ایک طویل نظم لکھی جو ''علی گڑھ منتھلی'' جلد ۲ نمبر ۳ بابت مارچ ۱۹۰۴ء میں چھپی تھی۔ چند شعر یہ ہیں۔

قصہ کوتہ ہم سے اب چھٹتا ہے پیارا آرنل　　فخر سے ہم جس کو کہتے تھے ''ہمارا آرنل''
آرنل کا مذہبی دنیا پہ جو احسان ہے　　ہو نہیں سکتا ادا شکر اس کا قصہ مختصر
آرنل مس آرنل مس آرنل سب کے لیے　　یہ سفر فتح و ظفر کا ہو وسیلہ سربسر
آرنل سے فتح علمی جو ہوئی ہے آشکار
ہوں فتوحات آشکار اس سے ایسے بے شمار

آرنلڈ کی جدائی کا شاق سب سے زیادہ اقبال نے محسوس کیا تھا۔ انہوں نے آٹھ بند کا مسدس ''نالہ فراق'' کے عنوان سے لکھا جو ''مخزن'' جلد ۷ نمبر ۲ (صفحہ ۴۵۔۴۷) بابت مئی ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔ مسدس کی ابتدا میں اقبال کا تمہیدی نوٹ بھی ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''استاذی قبلہ مسٹر آرنلڈ کے ولایت تشریف لے جانے کے بعد ان کی جدائی نے اقبال کے دل پر کچھ اس قسم کا اثر کیا کہ کئی دنوں تک سکینت قلبی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ایک روز زور تخیل نے ان کے مکان کے سامنے لا کے کھڑا کر دیا۔ اور یہ چند اشعار بے اختیار زبان پر آ گئے جن کی اشاعت پر احباب مجبور کرتے ہیں اگرچہ ان کی رخصت کے موقع پر بہت سے الوداعی جلسے کیے گئے اور ان میں بہت سی نظمیں پڑھی گئیں اور یہ نظم اس وقت لکھی بھی جا چکی تھی۔ تاہم اس خیال سے کہ اس میں میرے ذاتی تاثرات کا ایک درد آمیز اظہار تھا، کسی عام جلسے میں اس کا پڑھنا مناسب نہ سمجھا گیا۔ آپ کی تشریف بری کے بعد دلی تاثرات کی شدت اور بھی بڑھ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نظم میں بہت سی تبدیلی ہو گئی۔'' (اقبال)

۵۔ پروفیسر لالہ جیارام۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں شعبہ انگریزی کے پروفیسر تھے۔ ان کا بے مثال کتب خانہ تھا۔ وہ بڑے عالم اور دانشور تھے۔ اقبال کے محترم بزرگ دوستوں میں تھے۔ انگریزی کے علاوہ اردو فارسی بخوبی جانتے تھے۔ ''مخزن'' میں ان کے کئی مضامین میری نظر سے گزرے ہیں۔ وہ اپنے طالب علموں سے بھی ''مخزن'' میں لکھواتے تھے۔

۶۔ مسٹر فضل حسین۔ اقبال کے ہم جماعت اور عزیز دوست تھے۔ اقبال نے ان کے والد بزرگوار کے اچانک انتقال پر ایک عمدہ نظم ''فلسفہ غم'' کے عنوان سے لکھی جو ''مخزن'' جلد ۱۹ نمبر ۴ (صفحہ ۵۵) بابت جولائی ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی تھی۔

۷۔ ''زمانہ''، ''مخزن'' کے بعد اردو کا سب سے زیادہ نامور اور ہر دلعزیز رسالہ تھا۔ اس کے کم و بیش سبھی شمارے میرے مطالعہ میں رہ چکے ہیں۔ منشی راج بہادر صاحب دیوان صدر ریاست رامپور نے ''زمانہ'' کو پہلی مرتبہ قیصری پریس بریلی سے شیو برت لال صاحب ورمن کی ایڈیٹری میں جاری کیا تھا۔ ورمن صاحب کے بعد منشی

دیا نراسن نگم زمانہ کے ایڈیٹر ہوئے۔ ان کا دفتر کانپور میں تھا۔ لیکن ''زمانہ'' بریلی ہی میں اشاعت پذیر ہوتا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں زمانہ کا دفتر اشاعت کانپور میں قائم ہوا تھا۔ ''زمانہ'' جلد ۳ نمبر ۱،۲ بابت جولائی و اگست ۱۹۰۴ء (۱۳۵۔۱۴۰) میں نگم صاحب کا ایڈیٹوریل ''عرض حال۔ ایک نظر باز گشت'' کے عنوان سے درج ہے۔ اس میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے زمانہ کے لیے قلمی تعاون پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ان میں ''شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے پروفیسر'' کا نام بھی شامل ہے۔ اقبال نے اس پیان کے فوراً بعد جولائی ۱۹۰۴ء میں اپنا کلام نگم صاحب کو بھیجنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ شہرہ آفاق نظم ''ہمارا دیس'' (ترانہ ہندی) کے عنوان سے بھیجی جو ''زمانہ'' جلد ۳ نمبر ۳ (بابت ستمبر ۱۹۰۴ء ص نمبر ۱۵۱) میں پہلی بار شائع ہوئی تھی۔ نظم کی ابتدا میں ایڈیٹر صاحب کا یہ تمہیدی نوٹ قابل توجہ ہے:۔

ہندستانی زبانوں اور خصوصاً اردو میں حب الوطنی اور جوش ملکی کے متعلق ایسی نظمیں شاذ و نادر ہی لکھی گئی ہوں گی جن میں اس ملک کے خصوصیات کے بیان کے ساتھ ساتھ انسان کے اعلیٰ ترین جذبہ حب الوطنی کا لحاظ ہو۔ انگلستان میں ایسے گیت ہر خاص و عام کی زبان زد ہوتے ہیں اور وہاں کے باشندوں کے دلوں پر ان کا ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ جنگ و جدل کے وقت اور امن و چین کے زمانے میں غرض ہمیشہ ان گیتوں کی بدولت ان کے دلوں میں اپنے وطن کی محبت تازہ رہتی ہے۔ اور اس کی عظمت اور شان قائم رکھنے کا خیال جما رہتا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے مخدوم پروفیسر اقبال کی یہ نظم جو انھوں نے ہمارے پیارے اور پرانے دیس پر لکھی ہے، ملک بھر میں ہر دلعزیز اور مفید ثابت نہ ہو۔ ہمارے نزدیک یہ چھوٹے بڑوں خاص و عام ہر ایک کے مقبول ہونے کی مستحق ہے۔

نظم میں ۹ شعر ہیں۔ مقطع یوں ہے۔

اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم ہے ہمیں کو دردِ نہاں ہمارا

تیسرا شعر یوں ہے۔ پنجاب کیا دکن کیا، بنگال بمبئی کیا　　ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

''زمانہ'' کے زیر نظر شمارے میں بائیں جانب حاشیہ میں نسخہ (ن) کے طور پر مصرع اس طرح درج ہوا ہے۔

ن۔ ''مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا''۔ جب نگم نے اقبال کو نظم کے صحت زباں کے بارے میں لکھا تو اقبال نے ایبٹ آباد ضلع ہزارہ سے جہاں وہ اپنے بھائی شیخ عطا محمد کے پاس گرمیوں کی تعطیلات گزارنے گئے تھے، مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۴ء کو نظم مذکورہ نظر ثانی کے بعد خط کے ساتھ روانہ کر دی۔ چونکہ مطبع میں نظم پلیٹ پر اتار دی گئی تھی اس لیے معکوس نویس نے مصرع (ہندی ہیں ہم......) پلیٹ کے حاشیے میں لکھا اور اقبال کے تصحیح کردہ اشعار ''زمانہ'' میں دوبارہ چھاپنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ واقعہ ایڈیٹر ''زمانہ'' کے چھوٹے صاحبزادے برج نرائن نگم (ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس) نے مجھ سے ۱۹۸۱ء میں بیان کیا۔ ایڈیٹر صاحب

نے اقبال کا خط اور نظم بخط مصنف فریم میں سنبھال کے رکھی تھی اور اس کا عکس مجھے ان کے صاحبزادے نے عنایت کیا تھا۔ ذیل میں خط کی نقل درج کی جاتی ہے:۔

''ایبٹ آباد۔ ضلع ہزارہ

جناب من...... میں کئی دنوں سے یہاں ہوں۔ لیکن افسوس کہ یہاں پہنچتے ہی بیمار ہوگیا اور اس وجہ سے آپ کے خط کا جواب نہ دے سکا۔ ابھی پورا افاقہ نہیں ہوا۔ اشعار ارسال خدمت کرتا ہوں۔ صفحہ ملاحظہ ہو۔

محمد اقبال

معرفت شیخ عطا محمد۔ سب ڈیوژنل آفیسر ملٹری ورکس ۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء

اقبال کی نظر ثانی شدہ نظم (ہمارا دیس) شیخ عبدالقادر نے ''مخزن'' جلد ۸ نمبر ا صفحہ ۴۹ بابت اکتوبر ۱۹۰۴ء میں اپنے تمہیدی نوٹ کے ساتھ شائع کی۔ اس میں مقطع اس طرح موجود ہے ؎

اقبال اپنا کوئی محرم نہیں جہاں میں
معلوم ہے ہمیں کو دردِ نہاں ہمارا

حسرت موہانی اور شرر لکھنوی نے ''معلوم ہے ہمیں کو'' ہدف تنقید بنایا۔ اقبال نے مصرعے کو یوں تبدیل کیا۔

معلوم کیا کسی کو درد نہاں ہمارا

بہت سے ماہرین اقبالیات کو ''ہمارا دیس'' (ترانہ ہندی) کی پہلی اشاعت میں غلط فہمیاں ہوئی تھیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس کی اولین اشاعت کا شرف ''زمانہ'' کانپور کو حاصل ہے۔ اس کا اعادہ نگم صاحب مرحوم نے اقبال کی زندگی میں بار بار کیا تھا۔ موصوف ''زمانہ'' جوبلی نمبر بابت فروری ۱۹۲۸ء کی ابتدا میں ''علامہ اقبال اور زمانہ'' کے تحت لکھتے ہیں:۔

''علامہ اقبال بھی ''زمانہ'' کے اولین قلمی معاونین ہیں۔ آپ کا مشہور و معروف ''قومی ترانہ'' ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا'' سب سے پہلے ''زمانہ'' میں ستمبر ۱۹۰۴ء کے پرچے میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً آپ کی قلمی عنایات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں زمانہ کا قومی نمبر شائع ہوا تھا۔ اس کے لیے آپ نے یہ شعر خاص طور پر عنایت فرمایا تھا ؎

نہ کنم دگر نگاہے بہ رہے کہ طے نمودم
بسراغ صبح فردا، روش زمانہ دارم

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہم نے ''زمانہ'' سے اقبال کے متعلق وہ تمام مواد یکجا کر کے مرتب کیا ہے جو ۱۹۰۴ء سے ۱۹۳۸ء تک مختلف شماروں میں شائع ہوا تھا۔

۹۔ ''مخزن'' کا پہلا شمارہ اردو کے مشہور انشا پرداز اور ناقد شیخ عبدالقادر نے اپریل ۱۹۰۱ء میں جاری کیا اور عرصہ دراز تک شائع ہوتا رہا۔ ابتدائی برسوں میں اقبال کا کلام مخزن میں خوب چھپ رہا تھا۔ قیام یورپ کے زمانے

میں بھی اقبال ''مخزن'' کی طرف متوجہ رہے۔ لندن کی واپسی کے بعد بھی کئی سال تک ''مخزن'' کی زینت بڑھاتے رہے۔ اس کے بعد کئی سال تک خاموش رہے۔ اپریل ۱۹۱۷ میں اقبال کی نظم شیکسپیر ''مخزن'' میں نظر آئی۔ اگست ۱۹۲۷ء میں جب ''مخزن'' کا گرامی نمبر شائع ہوا تو اس میں گرامی پر اقبال کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب اقبال کی نظم ''کوہستان ہمالہ'' کے عنوان سے ''مخزن'' کے اولین شمارہ بابت اپریل ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی تو اس میں ۱۲ بند تھے۔ نویں اور دسویں بند کے نیچے اقبال نے حواشی لکھے تھے۔ ان حواشی کا ذکر آج تک کسی نے نہیں کیا ہے۔ ہم یہاں پہلی مرتبہ من وعن لکھتے ہیں۔

بند ۹

وہ اصولِ حق[1] نمائے نقش ہستی کی صدا روح کو ملتی ہے جس سے لذتِ آب بقا
جس سے پردہ روئے قانون محبت کا اٹھا جس نے انساں کو دیا راز حقیقت کا پتا
تیرے دامن کی ہوا میں سے اگا تھا یہ شجر
بیخ جس کی ہند میں ہے چین و جاپان میں ثمر

بند ۱۰۔

تو تو ہے مدت سے اپنی سر زمیں کا آشنا کچھ بتا ان راز دانانِ حقیقت کا پتا
تیری خاموشی میں ہے عہد سلف کا ماجرا تیرے ہر ذرے میں ہے کوہ المپس[2] کی فضا
ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے
تو تجلی ہے سرا سر چشم بینا کے لیے

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جناب شیخ عبدالقادر نے نظم کی ابتداء میں جو تمہیدی نوٹ لکھا ہے۔ اس کا بھی ذکر اقبالیات میں نہیں مل رہا ہے۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''شیخ محمد اقبال صاحب قائم مقام پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور جو علوم مغربی و مشرقی دونوں میں صاحب کمال ہیں۔ انگریزی خیالات کی شاعری کا لباس پہنا کر ملک الشعرائے انگلستان ورڈسورتھ کے رنگ میں کوہ ہمالہ کو یوں خطاب کرتے ہیں''۔

۱۰۔ عطیہ بیگم فیضی ......''ماہرین اقبالیات'' نے اقبال اور عطیہ بیگم کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے۔ ہم نے عطیہ بیگم پر ایک تحقیقی مضمون مرتب کیا جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ ذیل کا اقتباس اسی سے ماخوذ ہے۔ عطیہ فیضی بمبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بدرالدین طیب جی (۱۸۴۴۔ ۱۹۰۶ء) کی بھانجی تھیں۔ سر اکبر حیدری بھی

[1] اصول حق: ''بدھ مذہب کی طرف اشارہ''

[2] کوہ المپس۔ ''یونان میں ایک پہاڑ ہے جس پر قدیم یونانی خیالات کے مطابق دیوتاؤں کے دربار ہوتے تھے۔''

ان کے بھانجے تھے۔ اس طرح عطیہ بیگم سر اکبر حیدری کی سگی بہن تھیں۔ ''زمانہ'' کانپور صفحہ ۳۲۵ بابت نومبر ۱۹۰۶ء میں قاضی کبیر الدین بیرسٹر ایٹ لا لکھتے ہیں: ''مسٹر بدرالدین طیب جی کی تیسری بھانجی مس عطیہ بیگم میں جنھوں نے کانفرنس کے جلسہ بمبئی میں زنانہ صنعت کی نمایش کی آزمایش اور درستی میں بڑی بیش قدر مدد کی تھی۔ اور جنھوں نے کانفرنس کے جلسہ علی گڑھ میں اس نمایش کی درستی اور زیب و زینت کو ایک سے دہ چند کر دیا تھا اور جنھوں نے تعلیم نسواں کی توسیع اور اس کے لیے وصول چندہ میں مسٹر شیخ عبداللہ سکریٹری شعبۂ تعلیم نسواں کو حد سے زیادہ مدد دی ہے اور جو بامداد گورنمنٹ آف انڈیا لندن کو تعلیم پانے گئی ہیں'' ایک اور جگہ مسٹر کبیر الدین لکھتے ہیں: ''مسٹر بدرالدین حقوق نسواں کے بڑے زبردست وکیل تھے۔ اپنے خاندان کی لیڈیوں کو بہت سی آزادیاں دے رکھی تھیں جو اور مسلمان پردہ نشین بیگمات کے لیے ممنوع سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی دو صاحبزادیاں انگلینڈ میں تعلیم پا رہی ہیں۔ مس عطیہ بیگم ان کی بھانجی گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے تعلیم پانے کے لیے ابھی حال میں انگلینڈ بھیجی گئی ہیں''۔

عطیہ بیگم انتہائی ذہین، تیز و طرار، سخن فہم، بذلہ سنج، رمز آشنا، حاضر جواب اور بے حجاب خاتون تھیں۔ ان کی دوسری بہنیں زہرا بیگم اور نازلی رفیعہ بیگم اگرچہ باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ تھیں لیکن نہایت قابل تھیں۔ تینوں بہنوں کو اردو سے خاص دلچسپی تھی۔ صاحبان تصنیف و تالیف کے علاوہ اہل فن کے کمالات کی قدر شناس تھیں۔ عطیہ اردو کے علاوہ فارسی اور عربی سے بخوبی واقف تھیں۔ وہ سب سے چھوٹی لیکن سب سے عقل مند اور جینس تھیں۔

عطیہ بیگم کی والدہ تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ انھوں نے ایک سوشل ناول لکھا تھا۔ جس کا نام ''ناول نادر بیان'' تھا۔ اسے زہرا بیگم فیضی نے مرتب کر کے شائع کیا۔ موصوفہ نے نظم میں ایک اور کتاب ''آمین'' کے نام سے لکھی۔ یہ کتاب بھی زہرا بیگم نے مرتب کر کے شائع کی تھی۔ ''زمانہ'' کانپور جلد ۲۳ نمبر ۱۳۵ بابت مارچ ۱۹۱۴ (صفحہ ۱۷۶۔۱۷۷) میں دونوں کتابوں پر ریویو چھپا تھا۔

عطیہ فیضی اقبال سے بہت متاثر ہوئی تھیں۔ ان کے درج ذیل مضامین میری نظر سے گزرے ہیں۔

(۱) ''مدرسہ نسواں'' ۔ مطبوعہ ''الناظر'' لکھنو یکم ستمبر ۱۹۰۹ء

(۲) ''بچوں کے لباس'' مطبوعہ ''الناظر'' لکھنو۔ یکم ستمبر ۱۹۰۹

(۳) ''مسلمانوں کو ایک پیام'' مطبوعہ نور جہاں، امرتسر۔ فروری ۱۹۲۶ء

(۱۱) ''روح مکاتیب اقبال'' ص ۸۰ مرتبہ محمد عبداللہ قریشی

(۱۲) ''اقبال'' از عطیہ بیگم مرتبہ عبدالعزیز خالد، صفحہ ۲۶

استدراک

''علم الاقتصاد'' کے ماہ و سال اشاعت کے بارے میں تین بیانات ملتے ہیں

(۱) ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کا بیان (یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی۔''زندہ رود''، طبع ۲۰۰۰، ص ۱۴۰)

(۲) محمد حمزہ فاروقی کا بیان (کتاب دسمبر ۱۹۰۴ء میں چھپی۔''اقبال ریویو''، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۶۹)

(۳) راقم الحروف کا بیان (''علم الاقتصاد'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں چھپ کر منظرِ عام پر آیا۔ ''تصانیف اقبال''، طبع ۱۹۸۲ء ص ۲۹۳۔اور ''۔۔۔نومبر ۱۹۰۴ء میں چھپ کر منظرِ عام پر آیا۔''ایضاً طبع دوم ۲۰۰۱ء ص ۲۹۳)

جناب اکبر حیدری کاشمیری نے متذکرہ بالا بیانات کو نظر انداز کرتے ہوئے جنوری ۱۹۰۵ء کو ''علم الاقتصاد'' کا زمانہ اشاعت قرار دیا ہے

(۱) پہلی ''دلیل'' یہ ہے کہ ''مخزن'' دسمبر ۱۹۰۴ء کے اس صفحے پر ذرا سی جگہ رہ گئی تھی اس لیے اس جگہ کو پر کرنے کے لیے صرف یہ اطلاع دی گئی کہ کتاب چھپ گئی ہے۔''

سوال یہ ہے کہ خلا کو پر کرنے کے لیے وہ کیا مجبوری تھی جس کی بنا پر خلاف واقعہ بات لکھ دی گئی کہ ''کتاب چھپ گئی ہے''......اگر کتاب واقعی شائع نہیں ہوئی تھی تو زیادہ قرین عقل ہے کہ اس طرح کی اطلاع دی جاتی: ''علم الاقتصاد'' عنقریب آنے والی ہے، یا بہت جلد شائع ہو رہی ہے یا آیندہ ماہ تک آ جائے گی۔

اکبر حیدری کاشمیری صاحب نے ''مخزن'' کی جس اطلاع کا ذکر کیا ہے، اس کی عبارت یہ ہے: ''ہم ناظرین کو بڑی خوشی سے یہ اطلاع دیتے ہیں کہ یہ قابل قدر کتاب جس کا ایک باب ''مخزن'' میں شائع ہو چکا ہے، چھپ کر تیار ہو گئی ہے'' (''مخزن''، دسمبر ۱۹۰۴ء)......اس واضح اور دوٹوک اطلاع کے باوجود اکبر حیدری کاشمیری صاحب کا یہ بیان:

''میری رائے میں کتاب جنوری ۱۹۰۵ء سے پہلے منظر عام پر نہیں آئی تھی''

محض ایک قیاس آرائی یا خود ساختہ مفروضہ ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔

کاشمیری صاحب نے اپنی متذکرہ بالا رائے کی تائید میں ''زمانہ'' جنوری میں شائع شدہ ایک تحریر

کا ذکر کیا ہے جس میں ''علم الاقتصاد'' کے ''چھپنے کے بارے میں'' خبر موجود ہے......اب سوال یہ ہے کہ اگر کتاب لاہور سے جنوری میں چھپی تو ''زمانہ'' کانپور کے جنوری ہی کے شمارے میں خبر کیسے چھپ گئی؟ یہ خبر تو جلد از جلد بھی فروری کے شمارے میں چھپنی چاہیے تھی......جنوری میں اشاعت کی خبر، ہی اس امر کی دلیل ہے کہ کتاب دسمبر یا اس سے بھی پہلے شائع ہو کر دسمبر ہی میں اڈیٹر ''زمانہ'' کے پاس پہنچ چکی تھی اور وہ بھی Well in time یعنی دسمبر کے بھی دوسرے یا تیسرے ہفتے میں۔ تبھی تو یہ ممکن ہوا کہ اڈیٹر نے خبر بنائی اور اسے دسمبر کے آخری ہفتے میں اشاعت کے لیے جانے والے شمارے میں شامل کر لیا۔

''علم الاقتصاد'' کی پہلی اشاعت کے بارے میں یہاں ایک اور وضاحت بھی مناسب ہوگی۔ راقم نے ''تصانیف اقبال'' کے طبع اوّل (۱۹۸۱ء) میں فقط یہ لکھا تھا کہ ''علم الاقتصاد'' ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی (ص ۲۹۳) مزید غور و فکر کے بعد، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پہلی اشاعت نومبر ۱۹۰۴ء میں عمل میں آ گئی (''تصانیف اقبال'' طبع دوم ۲۰۰۱ء، ص ۲۹۳)۔ اس کی بنیاد ''مخزن''، دسمبر ۱۹۰۴ء کا متذکرہ بالا اعلان ہے۔ کتاب نومبر میں چھپ گئی تھی۔ تبھی شیخ عبدالقادر صاحب کے لیے ممکن ہوا کہ وہ دسمبر کے شمارے میں ناظرین کو بڑی خوشی سے یہ اطلاع دیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مارچ ۱۹۰۴ء تک اقبال نے کتاب مکمل کر لی تھی، تبھی اس کا آخری باب ''آبادی'' ''مخزن''، اپریل ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا، جس کے تمہیدی نوٹ میں یہ اطلاع بھی دی گئی تھی کہ ٹیکسٹ بک کمیٹی نے ''کلاًّ ایک سو جلدیں خریدنا منظور فرمایا ہے''......اس کی رو سے بھی مصنف اور ناشر کے مفاد میں یہی تھا کہ کتاب جلد از جلد شائع ہو جائے۔ اب اپریل سے نومبر تک سات، آٹھ ماہ کا عرصہ کتابت و طباعت کے مختلف مراحل کے لیے بہت کافی وقت تھا۔ لہٰذا کتاب مذکورہ کا نومبر ۱۹۰۴ء میں شائع ہونا زیادہ قرین قیاس ہے اور جملہ شواہد اس کی تائید کرتے ہیں۔

اکبر حیدری کاشمیری صاحب نے مندرجہ بالا مضمون کے حوالہ نمبر۲ میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال (''زندہ رود'' جلد اوّل ص ۱۵۱) کے مطابق ''علم الاقتصاد'' ''اپریل ۱۹۰۴ء میں زیر طبع تھی......'' جاوید اقبال سے بیان کا انتساب درست نہیں ہے۔ کیوں کہ ''زندہ رود'' حصہ اوّل صفحہ ۱۳۸ پر ختم ہو جاتی ہے۔ ۱۵۱ صفحہ، حصہ دوم میں ہے اور وہاں ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔
اس کے برعکس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی (طبع اوّل ص ۸۷......طبع دوم ۲۰۰۱ء، ص ۱۴۰)۔

(رفیع الدین ہاشمی)